© rasailojaraid.com

مغلوں کا تعلق گجرات سے

جناب ہدایت الرحمٰن صاحب محسنی ایم لے

فتحپور سیکری کی کلاں مسجد کا عظیم الشان دروازہ جو بلند دروازہ کے نام سے موسوم ہے ۱۵۷۵ء میں تعمیر کیا گیا۔ مورخین کا خیال ہے کہ یہ دروازہ اکبر نے فتح گجرات کی خوشی میں بنوایا تھا۔ چنانچہ فتح گجرات کی تاریخ اس سے دو سال قبل متعین کی جاسکتی ہے۔ اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ ۱۵۷۵ء سے ۱۷۵۸ء تک (جب مرہٹوں نے احمد آباد پر قبضہ کیا) گجرات برابر سلاطین مغلیہ کے زیرنگین رہا۔

تاریخی مواد افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ قدیم گجرات کے تاریخی حالات معلوم کرنے کے لیے ایسے ذرائع جنہیں تاریخی نوعیت دیجا سکے قریب قریب معدوم ہیں۔ جب ہم تاریخی مواد کی جستجو کرتے ہیں اور منتشر واقعات پر تدبر کرنے کے لیے قابلِ اعتبار ذرائع پر نظر ڈالتے ہیں تو تحقیق کی تشنگی کا دور کرنا بہت مشکل معلوم ہوتا ہے۔ نسبتہً پندرہویں اور سولھویں صدی کے مورخ اور وقائع نگار کسی قدر تشفی کا سامان بہم پہنچا بھی دیتے ہیں۔ کیونکہ مرأتِ سکندری، تاریخ الغ خانی، میر ابو تراب کا رسالہ تاریخ وغیرہ محققانہ وقعت سے خالی نہیں۔ مگر سترہویں صدی میں تو تلاش و جستجو کے تمام دروازے بالکل ہی بند دکھائی دیتے ہیں۔ حقیقت میں مرأتِ احمدی کے علاوہ اس صدی کے تمام وقائع نگار مورخانہ وقار اور دیانتداری سے عاری ہیں۔ اس دور میں عناصر تاریخ کا فقدان باعثِ حیرت ہے۔ ان حالات میں کسی مقالہ نگار کا اپنے فرائض سے بحسنِ دیانت سبکدوشی حاصل کرنا ازبس دشوار ہے۔ عدم معلومات کی یہ بے پناہ رکاوٹ گجرات کی تاریخ پر نہ معلوم کب تک تاریکی کی چادر پھیلائے رکھتی؟ اگر دور حاضر کے محققین بڑی کاوش کے بعد چند پوشیدہ ذرائع معلومات کو منظر عام پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ے آتے۔ اِن مورخین کی مسلسل کوششوں نے تاریخ گجرات کے طالب علم کو یورپی اقوام کے اُس پوشیدہ خزانہ معلومات پر لاکر کھڑا کر دیا ہے جہاں سے تاریخی خلاء پر کرنے کے لیے ہر قسم کے بے بہا رموز و اسرار حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ گجرات کی تاریخ پر سب سے زیادہ روشنی الیسٹ انڈیا کمپنی کے اُن دفتری کاغذات سے ڈالی جا سکتی ہے جو ابتدائی زمانہ کے انگریز تاجروں نے اپنے مختلف مسائل کے بارہ میں وقتاً فوقتاً کمپنی کو ایک مرکز سے دوسرے مرکز کو لکھے۔

ریاست مملکت گجرات کا زرخیز علاقہ ہندوستان کے مغربی ساحل پر مالوہ اور بحرِ عرب کے درمیان واقع ہے تاریخی طور پر بمبئی کے اطرافی علاقوں میں گجرات کو ایک خاص طرۂ امتیاز حاصل رہا ہے۔ اول تو اس وجہ سے کہ بحری آمد و رفت اور سمندری تجارت کا مرکز ہونے کی حیثیت سے تمام ہندوستان کی نظریں ہمیشہ اِس دور دراز گوشۂ ملک کی جانب لگی رہی ہیں۔ دوسرے عام پیداوار اور زرخیزی کے اعتبار سے بھی یہ حصّہ ایک غیر معمولی فوقیت کا مالک سمجھا جاتا تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ شمالی ہند کی ہر ممتاز حکومت نے اپنے دور میں حصولِ گجرات کو سیاسی نصب العین کا درجہ دیا ہے۔ خصوصاً مسلمان سلاطین میں یہ جذبہ ہمیشہ موجزن رہا ہے۔ اگر خلجیوں نے گجرات میں اپنی حکومت کا سکّہ چلایا تو محمد بن تغلق نے بھی پوری کاوش سے اس صوبہ پر یورش کی حتیٰ کہ ہمایوں کے عہد میں بھی کچھ عرصہ کے لیے یہاں مغلوں کا پرچم لہرایا گیا۔ انہی سیاسی حقائق کی بنا پر اکبر کا خیال تھا کہ گجرات پر اُس کو ناقابلِ تردید سیاسی حقوق حاصل ہیں۔

سولھویں صدی کے اواخر میں جب افغان سلاطین کا چراغِ سطوت آخری بار ٹمٹما کر گل ہو چکا اور اس کا مضبوط و مستحکم ہاتھ ہندوستان کے نظم و نسق کا ضامن بنا تو ہندوستان کے کونے کونے میں ایک ابھرنے والے طوفانی انقلاب کا احتمال کارفرما تھا۔ ہر چیز بطورِ خود منقلب اور متزلزل نظر آرہی تھی اندرونِ ملک کے حریف اثرات خود ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہو رہے تھے۔ چھوٹی اور بڑی طاقتیں مرکزی سلطنت کے دامن عاطفت کی طرف امن و امان کی خاطر کھنچی چلی آرہی تھیں۔ ظاہر ہے ان حالات میں گجرات اس کلیہ سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کس طرح مستثنیٰ رہ سکتا تھا۔ اس اثنا میں گجرات کی حکومت بھی رو بزوال ہو چکی تھی۔ وہاں کے حکمران مظفر شاہ ثانی کی بے اقبالی کی نوبت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ خود اس کے وزیر اعتماد خاں نے اکبر کو اقدام فتح کی دعوت دی۔

اکبر نے ۱۵۷۲ء میں گجرات پر لشکر کشی کی۔ بہت قلیل محاصرہ کے بعد سورت پر مغلوں کا تسلط ہو گیا۔ فوراً ہی ایک دو معرکے اور ہوئے جن میں اکبر کی ذاتی شجاعت اور سپہ سالاری کے کارہائے نمایاں، فتح و نصرت کے چاند، ستارے بن کر چمکے۔ گجرات میں مغل شہنشاہیت کی بنیادیں از سر نو قائم ہو گئیں۔ ۱۵۷۳ء کے شروع ہوتے ہی اکبر نے گجرات سے مراجعت کی۔ اس کا خیال تھا کہ نائبین سلطنت حالات پر قابو پالینگے لیکن یہ اندازہ غلط نکلا۔ شاہی افواج مشکل سے فتحپور سیکری تک ہی پہنچی ہونگی جو خبر آئی کہ اختیار الملک اور اکبر کے چند رشتہ کے بھائیوں نے گجرات میں علم بغاوت بلند کر دیا ہے۔ جواں سال بادشاہ نے پوری مستعدی اور ہمت کے ساتھ از سر نو ایک لشکر جرار جمع کیا اور تمام انتظامات بطور خود انجام دے کر آندھی کی طرح راجپوتانہ کے ریگ و صحرا کو عبور کرتا ہوا، تقریباً چھ سو میل کی مسافت طے کر کے گیارہویں روز غنیم کی توقعات کے خلاف گجرات پر بجلی کی مانند ٹوٹ پڑا۔ ۲ ستمبر ۱۵۷۳ء کو احمد آباد کے نواح میں اکبر نے تقریباً تین ہزار سواروں کے ساتھ غنیم کے بیس ہزار سواروں کے لشکر کا جم کر مقابلہ کیا۔ اور پورے غلبہ کے ساتھ دوبارہ میدانِ جنگ میں فتح حاصل کی۔ یہ فتح وقتی فتح نہ تھی۔ مغل شہنشاہ اور اس کی فوج کی بہادری اور دلیری کے بے مثل مظاہرہ سے اہل گجرات کے دل و دماغ بھی مسخر ہو چکے تھے۔ گجرات کو سلطنت ہند کا ایک صوبہ قرار دے کر اکتوبر تک اکبر ایک فاتح شہنشاہ کی حیثیت سے دار الخلافہ میں داخل ہوا۔

بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ فتح گجرات سے اکبر کی عظمت کا ایک نیا چاند طلوع ہوتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ سلطنتِ ہند کو بحری رسل و رسائل پر قابض ہونے کا اب تک اس سے بہتر موقع نہ ملا تھا۔ مغربی سواحل کی گرانقدر تجارت پر تسلط ہو جانے سے سورت کی تجارتی درآمد و برآمد کا ایک بالکل نیا باب حکومت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

...ے ہاتھ میں آگیا تھا۔ جو دائمی طور پر مالیات میں ایک معتد بہ اضافہ کا باعث ہوا۔ بنابریں گجرات کی صوبہ داری ...مغلیہ کے اُن الطاف و اکرام میں شمار ہونے لگی جو مقربین پر بطورِ اعزاز مبذول ہوتے تھے۔

اس کے علاوہ تاریخ ہند میں صوبۂ گجرات کو اس حیثیت سے بھی نمایاں درجہ حاصل ہے کہ سب سے پہلی ...ں حصۂ ملک میں مغلوں کی ابتدائی اصلاحات پر تجربہ کیا گیا تھا۔ اکبر کے عہد کے مشہور ماہر مالیات راجہ ...ڈرمل نے سب سے پہلا نظام بندوبست جو بعد کو مختلف اطراف ملک میں مقبول ہوا اور آج بھی ہمارے ...جودہ اقتصادی اور زراعتی نظام کا محرک سمجھا جاتا ہے، اسی سرزمین کا نخلِ بارآور ہے۔

گجرات میں راجہ ٹوڈرمل کی ہدایات کے مطابق تمام آراضی کی پیمائش کرائی گئی۔ اقسام دار محال ...ر ہوئے، اور مالیہ کے نرخ قائم کیے گئے۔ انتظامی دشواریوں کا خاتمہ کرنے کے لیے یہ بھی ضروری سمجھا ...ا جاگیرداروں کی طاقت پر ضرب شدید لگائی جائے۔ کیونکہ یہ جماعت سلطنت کے نظم و نسق میں ہمیشہ ...ب راہ ثابت ہوتی رہی تھی، چنانچہ جاگیروں کو خالصہ علاقوں میں تبدیل کر دیا گیا یعنی زمین حکومت کی ...ت قرار دے دی گئی اور انتظام کے لیے تمام اضلاع میں تنخواہ دار افسر مقرر کر دیے گئے۔ اکبر نے خوب ...لیا تھا کہ فیروز شاہ تغلق کا جاری کردہ طریقۂ کار جس کی رو سے افسرانِ حکومت کو تنخواہ کے بجائے ...ریں دی جاتی ہیں بیحد مضر ثابت ہوا تھا۔ کچھ زمانہ گذرنے پر یہی جاگیردار مقامی طور پر اثر و رسوخ حاصل ...یتے تھے تو ذرا سا موقع پالینے سے علم بغاوت بلند کر دینا ان کے لیے کچھ دشوار کام نہ تھا۔

اگرچہ مذکورہ بالا امور اپنی جگہ ایک خاص اہمیت رکھتے ہیں لیکن مغلوں کے عہد میں گجرات کی ...ب سے بڑی تاریخی اہمیت اُن واقعات سے متعلق ہے جن کو ہندوستان کے آئندہ مقدرات کا پیش خیمہ ...جا سکتا ہے۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ مغلوں کو سب سے پہلے یورپین اقوام اور خصوصاً انگریزوں اور ...لیوں سے اسی سرزمین پر سابقہ پڑا۔ بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ یہی وہ پُراسرار اور بظاہر غیر اہم واقعہ ہے ...نے سیاسی نقطۂ نگاہ سے مغلوں کے آئندہ لائحۂ عمل اور تاریخ ہند کی تعمیر میں ایک انقلاب عظیم کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بنیادیں رکھ دی تھیں۔

جہانگیر سلطنت مغلیہ کی بنیادیں استوار کرنے کے بعد ۱۶۰۵ء میں اکبر نے دنیا سے کوچ کیا اور مملکتِ ہند کی عنانِ حکومت جہانگیر کے ہاتھ میں آئی۔ تاریخی اعتبار سے جہانگیر کا عہد گجرات کو ایک غیر معمولی سیاسی اہمیت سے مختصر کرتا ہے۔ اس دور نے اپنے دامنِ عافیت میں ایسے ایسے ناصبور واقعات کو پرورش کیا ہے جن کے اثرات بعد میں گجرات کے دور افتادہ گوشہ سے نکل کر رفتہ رفتہ تمام سرزمین ہند پر محیط ہوتے چلے گئے، اور آخر کار سیاسیاتِ ہند کے لیے نئے زمین و آسمان بنا کر رہے۔ ان ابتدائی واقعات کا مختصر خاکہ سطور ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

۱۶۰۸ء میں ہیکٹر نامی جہاز سورت کے بندرگاہ پر لنگر انداز ہوا، اور پہلی بار انگریز تاجر ہندوستان کے ساحل پر نمودار ہوئے۔ اس جماعت کا قائد کپتان ہاکنز تھا۔ مغربی یورپ کی سخت کوش قوم کے یہ افراد انجان لوگوں کے رحم و کرم اور ان کی خیالی سادہ لوحی کے بھروسے پر تجارتی قسمت آزمائی کرنے کے لیے آج سے سوا تین سو سال پہلے واردِ ہندوستان ہوئے تھے، ان کے جہازوں میں مغربی مصنوعات کے کھیل کھلونے بھرے تھے اور بظاہر یہ لوگ بشاش معلوم ہوتے تھے کیونکہ اُن کے دل توقعات سے لبریز تھے وہ سمجھتے تھے کہ ان کی مصنوعی اشیاء کی پونجی ہندوستان کی بے مغز اور غیر متمدن قوموں کے دل و دماغ خریدنے میں معاون ثابت ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ یورپ والوں میں قرونِ اولیٰ کا مشرق ایک ایسا عجیب و غریب خطۂ زمین متصور ہوتا تھا جہاں قدرتی دولت کی بے حد فراوانی کے ساتھ ساتھ باشندوں میں جوہرِ لطیف کی کمی، تہذیب و تمدن کا فقدان اور ذہنی ارتقا کا قحط ہو۔ یہاں آنے سے پہلے وہ جانتے تھے کہ ہندوستان کی شہری زندگی پست، اور یہاں کی ریاست بدنظمی کا نمونہ ہے۔ ان حالات میں وہ سمجھتے ہونگے کہ وحشیوں سے مقابلہ میں قدرے مشکلات کا سامنا ضرور کرنا ہوگا مگر یقیناً فتح تدبیر ہی کی ہوگی۔ لیکن ہندوستان کی خاک پر قدم رکھتے ہی اُنہیں حالات بالکل دگرگوں نظر آئینگے۔ ہندوستان میں ایک وسیع اور بسیط

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شاہیت کا دور دورہ تھا۔ مروجہ حکومت میں آئین اور آئین میں ایک تناسب اور خاص نظام کارفرما تھا۔
عام تیر و کمان لیے ہوئے نیم عریاں وحشی نہ تھے بلکہ لباس فاخرہ میں ملبوس، فکر سنجیدہ سے مزین اور اپنے
بعض کی باریکیوں سے کما حقہ واقف تھے ملکی مفاد کو سمجھتے اور اچھے برے کا منطقی تجزیہ کرتے تھے خود سورت
صوبہ دار مقرب خاں ایک ذکی الفہم، دور اندیش اور باخبر افسر تھا محض اس کی ذاتی عظمت ہی حکمرانی
لیے کوئی دلیل یا ضمانت نہ تھی بلکہ وہ خاص ہدایات اور ایک خاص لائحہ کے ماتحت ملکی کاروبار کی انجام
ی پر مجبور تھا۔ انگریزوں کو یہ واقعات دیکھ کر جب اپنے خیالات بدلنا پڑے تو وہ توقعات کے بام سے ناامیدی
ے گڑھے میں آگرے اور انہیں محسوس ہونے لگا کہ سورت کا صوبہ دار مقرب خاں ہی حکمت اور شجاعت کا ایک
سا با وقار پہاڑ ہے کہ اس کی تدبیر کا ہر ایک پتھر فہم فرنگ پر بھاری ہے۔ مرکزی حکومت کے کوہ اقتدار کی بلندیاں
ان کے پرواز فکر سے ابھی کافی آگے ہیں۔ تاجروں کی اس جماعت کو مغلیہ اقبال کے سامنے بہت جلد غلط فہمی
پر ڈال دینی پڑی۔

ان نوواردوں کو انتہائی مشکلات کا مقابلہ کرنا پڑا۔ سلطنت مغلیہ میں قیام پذیر ہونا اور تجارتی
ولتیں حاصل کرنا کچھ آسان کام نہ تھا۔ مقرب خاں، گورنر گجرات نے انہیں شبہ کی نظر سے دیکھا اور اس کے
ان پر مرکزی حکومت میں بھی ان کے لیے گنجائش باقی نہ رہی ۱۶۰۸ء سے ۱۶۱۵ء تک حکومت کے
لقوں میں نووارد انگریزوں کی اتنی شدید مخالفت کی گئی کہ یہ بیچارے بالکل مایوس ہو گئے۔ ان کی ابتدائی
د کتابت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دفعہ تو وہ اتنے بددل ہو چکے تھے کہ افسرانِ متعلقہ نے حالات پر سنجیدگی
غور کر کے طے کر دیا کہ ایک آخری کوشش کرنے کے بعد بھی اگر کامیابی کی کوئی کرن نمودار نہ ہوئی تو ہندوستان
توقعات ترک کر دیجائینگی اور جزائر مشرقی کی تجارت پر اکتفا کر لیا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ اتفاق وقت اور
کے عزم صمیم نے اس آخری سعی کو بارآور نہ کیا ہوتا تو شاید قسمت آزماؤں کی یہ جماعت ہمیشہ کے لیے مشرقی
ر میں ختم ہو چکی ہوتی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انگریزوں کی ابتدائی مشکلات کا باعث خاص طور پر دو اثرات معلوم ہوتے ہیں ایک تو سورت اور کمبائی کا صوبہ دار مقرب خاں اور دوسرے اہل پرتگال کے بارسوخ تجارتی کارکن مقرب خاں کی شدید ترین مخالفت انگریز تاجروں کے حق میں آسیبی اثرات کا حکم رکھتی ہے۔ انگریزوں کے اُن خطوط سے جو اُس زمانہ میں ایسٹ انڈیا کمپنی کو لکھے گئے اور انڈیا آفس میں محفوظ ہیں یہ بات صاف طور پر ظاہر ہے کہ وہ مقرب خاں سے بہت خائف تھے۔ اور اس کو اپنے راستہ میں ایک سنگ گراں تصور کرتے تھے۔ ان خطوط میں حریفانہ ذہنیت سے متاثر ہو کر جا بجا اس امر پر بھی زور دیا گیا ہے کہ مقرب خاں کی مخالفت کی وجہ و غایت اہل پرتگال کا مفاد ہے جن سے وہ درپردہ ساز باز کیے ہوئے تھا۔ مگر اس بیان کی صداقت کو جب گجرات کے واقعات کی روشنی میں پرکھا جاتا ہے اور اہل پرتگال کی گجرات میں جو حیثیت تھی اُسے پیش نظر رکھ کر انتظامی پالیسی کا تجزیہ کیا جاتا ہے تو اس رائے کی وقعت بیجا اہتمام سے زیادہ کچھ ثابت نہیں ہوتی ہاں پرتگالیوں کے بارہ میں یہ بات ضرور قرین قیاس ہے کہ وہ اپنے تاجرانہ مفاد کے حق میں دوسری یورپی اقوام کی مداخلت کو یقیناً سد راہ خیال کرتے ہونگے اور اُنھوں نے دربار شاہی میں نیازمندانہ رسوخ سے بقائے اقتدار کی جو کچھ کوشش بھی کی ہو وہ کم ہے۔ مقرب خاں کا غیر آئینی طور پر اُن سے ملوث ہونا واقعات کے منافی ہے۔ خصوصاً یہ اشکال اُس وقت قطعی درجہ میں زائل ہو جاتا ہے۔ جب پرتگالیوں کی حکومت سے برسر پیکار ہونے پر مقرب خاں ہی ان کی سرکوبی پر متعین کیا جاتا ہے اور وہ اس مہم کو اپنی منصبی دیانت داری کو ہاتھ سے دیے بغیر سر انجام دیتا ہے۔

مقرب خاں ۱۶۰۸ء سے ۱۶۱۵ء تک سورت کا گورنر رہا اور یہی انگریزوں کی انتہائی ناکامی کا زمانہ بھی متعین کیا جا سکتا ہے۔ شاید اس عجیب اتفاق کی بنا پر ہی اس کا دامنِ خلوص مذکورہ بالا الزام سے آلودہ تصور کیا گیا ہو۔ بہر حال اس میں ذرا شک نہیں کہ مقرب خاں کی زندگی مخلص بہی خواہ سلطنت ہونے کی پوری طرح آئینہ دار ہے۔ اس شخص کا اصلی نام شیخ حسن تھا اور یہ جہانگیر کا عہد طفلی کا ساتھی، مخلص دوست اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مقرب خاص تھا۔

بادی النظر میں اس کے لقب کی وجہ تسمیہ بھی یہی معلوم ہوتی ہے۔ جہانگیر کو اس پر بدرجۂ کمال اعتماد و بھروسہ تھا ورنہ شاید گجرات جیسے اہم صوبہ میں اس کی تقرری قرین قیاس نہ تھی اس میں شک نہیں کہ شہنشاہ کا پورا اخلاص اور بھروسہ حاصل ہونے کی بنا پر یہ اپنے اختیارات کو بے دھڑک استعمال کرتا تھا۔ دربار کی کوئی طاقت بھی اس پر اثر نہ ڈال سکتی تھی اس کے اپنے خیال میں انگریزوں کا تاجرانہ صورت میں مملکت مغلیہ کے کسی گوشہ میں اقامت پذیر ہونا مفاد ملکی کے خلاف تھا۔ لیکن انگریزوں کے ورود ہندوستان کی اُس وقت وہ اہمیت کسی طرح نہ تھی جو بعد میں ثابت ہوئی۔ اس لیے اس خفیف سے اختلافی مسئلہ پر زیادہ وضاحت سے بحث کرنا زیر قلم مقالہ کی حدود سے باہر ہے۔

اہل پرتگال اور انگریزوں کی رقابت

اپنی اغراض کو پورا کرنے کے لیے اہل پرتگال کے پاس دو ذرائع تھے۔ ایک تو بحر ہند میں ان کی بحری طاقت۔ کیونکہ مغلوں کا بیڑہ ناکارہ اور نام نہاد تھا۔ دوسرے اکبر کے زمانے میں عیسائیت کے علمبردار ہونے کی حیثیت سے دربار کا رسوخ، جیوٹ مشنریوں نے مذہب کے پردہ میں اہل پرتگال کے لیے بہت مراعات حاصل کرلی تھیں۔ گویا اکبر کی مذہبی رواداری اور وسیع الخیالی سے ناجائز فائدہ اُٹھایا گیا تھا۔ چنانچہ پرتگالیوں کے اثرات کی پشت پر مقرب خان کی افسرانہ مخالفت نے دست پناہ کا کام کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کپتان ہاکز جہانگیر کے دربار میں پورے دو سال تک جبہ سائی کرنے کے بعد بھی قدم جمانے کے لیے انچ بھر زمین حاصل نہ کرسکا۔ مغربی ساحل پر اس کے ساتھی بہت بیتابی سے انتظار کر رہے تھے۔ اور طرح طرح کے منصوبے باندھے بیٹھے تھے ۱۶۱۱ء بسنہ میں جب ہاکنز اپنے رفقاء کے پاس واپس لوٹا تو وہ بالکل تہی دست تھا۔ اپنی بیجا توقعات کے بل بوتے پر یہ لوگ برابر ایسٹ انڈیا کمپنی کی ولایت میں ہمت بڑھاتے رہے تھے اور اصراف کے لیے بڑی بڑی رقوم حاصل کر چکے تھے۔ انگلستان واپس جانا ان کے لیے آسان کام نہ رہ گیا تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یقیناً وہاں ان کو غلط بیانیوں کا کفارہ دینا ہوتا۔ غرض بہ وقت ان معدودے چند انسانوں کے لیے بڑا کٹھن تھا۔ اُنھوں نے آپس میں غور و فکر کر کے یہی طے کیا کہ حصولِ مقصد میں ہار مان کر وطن والوں کے سامنے شرمناک موت مرنے سے کہیں بہتر یہ ہوگا کہ گوہرِ مقصود کی تحصیل میں جاں بحق ہوں اور بحیرۂ عرب کا وہ طوفانی سمندر جس نے وطن کے شیریں خوابوں کو زرّیں احتمالات سے کئی بار جگمگا دیا تھا آخری بار شکستہ امکانات کا گہوارہ بنے۔ چنانچہ تنگ آمد بجنگ آمد کے اصول پر انگریزوں نے ٹھان لی کہ وہ پرتگالیوں سے سمندر میں مقابلہ کر کے اپنی قسمت کا فیصلہ کرینگے۔ ہم نہیں تو پھر رقیب ہی گوہرِ مراد سے دامن پُر کیوں کرتا رہے؟!۔

اگلے ہی سال کپتان بیسٹ دو جہاز لے کر پرتگالیوں سے آبھڑا۔ پرتگالیوں نے بھی پورے جوش و خروش سے جواب دیا۔ کئی روز تک خوب مقابلہ کی چوٹیں ہوتی رہیں۔ پھر پرتگالیوں کا دباؤ بڑھنے لگا۔ مگر انگریز سینہ تان تان کر پلٹتے اور چھیڑ چھاڑ کو طول دیتے رہے، برابر گھٹتے اور بڑھتے رہے، آخر تاکے، پرتگالیوں نے دم توڑنا شروع کیا، ان کی کم دلی نے انگریزوں کا پلّہ بھاری کر دیا، ایک مہینہ ہوتے ہوتے انگریز کھلم کھلا فاتح اور پرتگالی صاف طور پر مفتوح ہو چکے تھے۔ یہ سب کشمکش ساحل کے قریب کمبائی سے تھوڑے فاصلہ پر ہوئی تھی۔ سورت کا گورنر بھی اس جنگ کے نتائج سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہا۔ مغلوں کے پاس اچھا بیڑا نہ ہونے کی صورت میں مدافعت ممکن نہ تھی، پرتگالیوں کی بھد ہو چکی تھی۔ بحری طاقت کے لحاظ سے ان کی ساکھ ختم ہو گئی۔ گورنر سورت کو انگریزوں کی طرف معاہدہ کے لیے ہاتھ بڑھانا پڑا۔ اس معاہدہ کی رُو سے انگریزوں کو سورت اور دو تین ملحقہ مقامات پر کارخانے قائم کرنے کی اجازت دے دی گئی۔ گورنر کے معاہدہ کی تصدیق شاہی فرمان کے ذریعہ سے کی گئی۔ جو جنوری ۱۶۱۳ء میں باضابطہ طور پر کپتان بیسٹ کو تفویض کیا گیا۔ سر ولیم ہنٹر برطانوی ہند کی تاریخ میں لکھتا ہے: "اس شاہی فرمان سے ہندوستان میں ہمارے حقوق کی ابتدا ہوتی ہے۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیوں کے ساتھ
اور گرم تعلقات

کہتے ہیں مصیبت تنہا نہیں آتی، بُرے وقت میں زمین و آسمان بھی خلاف ہو جاتے ہیں۔ پرتگالیو کے ساتھ بعینہٖ یہی حادثہ پیش آیا، اہل پرتگال کا وقار تو بحرِ ہند میں انگریزوں سے شکست کھا کر چور ہو چکا تھا۔ کھوئے ہوئے اقتدار کو دوبارہ حاصل کرنے کے کچھ مواقع باقی تھے۔ مگر پرتگالی ایک حماقت ے ان کو بھی کھو بیٹھے۔ واقعہ یہ ہوا کہ ایک مغلیہ جہاز تقریباً تیرہ لاکھ کی قیمتی اشیاء سے لدا ہوا جن میں زیادہ تر قیمت مونگا اور دیگر زر و جواہر تھے سورت کے بندرگاہ کے قریب پرتگالیوں کے ہاتھ لگ گیا۔ انھوں اپنی شکست اور غیظ و غضب کے شعلے ٹھنڈے کرنے کے لیے اس پر حملہ کیا اور بری طرح تباہ کر دیا۔ ساماں لوٹ لیا اور جہاز کو خستہ بنا کر چھوڑ دیا۔ اس دست درازی سے ان کی غرض تو یہ تھی کہ کسی طرح گئی ی ساکھ کو قائم کریں اور مغلیہ سلطنت کو مرعوب کر کے انگریز حریفوں کا اثر زائل کر دیں، مگر ایسا نہ ہوا۔ کپتان ٹ کی بحری فتح کے ایک سال بعد ہی پرتگالیوں نے خواہ مخواہ مغلوں کی دشمنی مول لے لی۔ مغلیہ طنت کا گرتا ہوا زمانہ ہوتا تو شاید کان دبا کر یہ ذلت برداشت بھی کر لی جاتی مگر اس وقت سلطنت یہ کے اقبال کا سورج نصف النہار پر تھا، یہ ممکن نہ تھا کہ اتنی سخت گستاخی کے باوجود پرتگالی بچ کر جاتے۔ سوئے اتفاق دیکھیے کہ اس جہاز کے ساز و ساماں سے دربار کے خاص امراء اور خود شاہ جہانگیر کی والدۂ ماجدہ کا تعلق تھا۔ انھوں نے مل کر شہنشاہ کی حضور میں فریاد کی۔ چنانچہ جہانگیر احکامات جاری کر دیے کہ پرتگالیوں کو عبرت انگیز سزا دی جائے بادشاہ کے اس عزم کی گہرائی واقعے سے اور بھی زیادہ منکشف ہوتی ہے کہ اسی وقت سلطان احمد نگر سے جو ہمیشہ حریفِ سلطنت سمجھا تھا عارضی طور پر صلح کر لی گئی۔ ظاہر ہے کہ اس صلح کا منشا محض اسی قدر تھا کہ احمد نگر کے محل وقوع فائدہ اٹھایا جا سکے۔ پرتگالیوں کو زک دینے کے لیے ضروری تھا کہ سلطان احمد نگر کی ہم آہنگی حاصل ر مغربی ہند کے تمام پرتگالی قلعوں پر کامیابی سے حملے کیے جا سکیں۔

نواب مقرب خاں سورت کا صوبہ دار اُس وقت باریابی کے لیے پایۂ تخت آگرہ میں مقیم تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دے حکم ہوا کہ فوراً اپنے صوبہ کے ساحلی علاقہ میں پہنچ جائے اور بطور خود پرتگالیوں کی سرکوبی کے احکام
کی تعمیل کرے۔ تمام مملکت ہندوستان میں احکامات جاری کر دیے گیے کہ پرتگالیوں کو مع ان کے
سامان کے گرفتار کر لیا جائے۔ کیونکہ بحری طاقت بھروسہ کے لائق نہ تھی۔ اس لیے براہ خشکی ساحل
پرتگالیوں کے تمام تجارتی مرکزوں کا محاصرہ کر لیا گیا۔ پرتگالیوں نے دنیا کو اپنے اوپر تنگ پایا اور چار
جوکھوں میں دیکھا تو فوراً عاجزانہ مصالحت کی درخواست کی مگران کی صلح کی تمام شرائط مسترد کر دی گ
مغلوں کے رحم وکرم کے سب دروازے اس طرح بند پا کر انہوں نے پورے زور سے دل کھول
دہشت انگیزی کا آغاز کر دیا۔ مغلوں کی سیکڑوں کشتیاں جلا کر خاک کر ڈالیں۔ گوگیا پر حملہ کر دیا۔ ساحلی
آبادی میں قتل وغارت کا بازار گرم کر دیا اور سرکاری عمارتوں اور رہائشی مکانات میں آگ لگادی
عالم دیکھ کر ایک دفعہ تو مغل صوبہ دار کے حواس پراگندہ ہو گئے۔ بحری معاونت حاصل کرنے کے لیے
اُس نے انگریزوں سے بات چیت کی مگر انگریزوں کی تکان ابھی اچھی طرح دور نہ ہوئی تھی دوسرے
ان کو خطرہ تھا کہ کہیں بلاوجہ سال گذشتہ کی اس قدر مشکل سے حاصل کی ہوئی فتح پھر شکست کی صو
اختیار نہ کرلے۔ چنانچہ انہوں نے لیت ولعل کر کے بات ٹال دی۔ انہوں نے یہ بالکل نہ سوچا کہ ا
کرنے سے مغلیہ سلطنت کے اقتدار پر برا اثر پڑیگا۔ حالانکہ اپنے تجارتی سلسلوں میں وہ خود مغلوں کی نگ
کرم کے محتاج تھے اور یہ واقعہ تھا کہ مغل انگریزوں کی ریشہ دوانیوں کی بنا پر ہی پرتگالیوں سے بگاڑ
بیٹھے تھے۔ اور حقیقۃً پرتگالیوں سے مغلوں کی لڑائی اور انگریزوں اور پرتگالیوں کی رقابت ایک ہی
کی کڑیاں تھیں۔ خود انگریزوں کے مفاد کے لیے بھی یہ ضروری تھا کہ وہ اس وقت مغلوں کا ہاتھ بٹاتے ا
مل کر پرتگالیوں کو ہندوستان سے نکال دیتے۔ مگر انگریز ہمیشہ سینہ زوری سے اپنے صحیح یا غلط اقدام پ
رہے ہیں۔

اگر غور سے دیکھا جائے اور جہانگیر کے اُن رشحاتِ قلم پر مبصرانہ نگاہ ڈالی جائے جو جابجا توزک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

[جہان]گیری میں برسبیل تذکرہ واقعات پر روشنی ڈالتے ہیں تو بہ صاف طور پر ظاہر ہوجائیگا کہ مغل شہنشاہ دل [سے] پرتگالیوں کے خلاف تھا۔ جب مغلوں اور پرتگالیوں کے درمیان ۱۶۱۳ء میں سب سے پہلا مناقشہ پیش [آیا تو] جہانگیر نے توزک جہانگیری میں لکھا ہے :-

"خبر آئی کہ پرتگالیوں نے معاہدہ کے خلاف سامان کی چار[۱] کشتیوں کو سورت کے بندرگاہ کے قریب لوٹ لیا ہے مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد کو گرفتار کر لیا گیا ہے اور اُن کے تمام سامان اور اشیاء منقولہ پر قبضہ کر لیا ہے۔ یہ بات ہمارے لیے انتہائی ناگواری کا باعث ہے۔ چنانچہ مقرب خاں کو جو اس بندرگاہ کا صوبہ دار ہے خلعتِ فاخرہ اور ہاتھی اور گھوڑا دیکر روانہ کر دیا ہے تاکہ وہ ان نازیبا حرکات کا بدلہ لے۔"

[۱] توزک جہانگیری کے علاوہ دیگر معاصر ذرائع خصوصاً پرتگالیوں کے معاہدہ میں صرف ایک جہاز کا ذکر ہے۔ اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

© rasailojaraid.com